حکمتِ سیّد مودودیؒ

کم سے کم ضروری صفات

اقتباس کردہ:- جناب محمد یوسف صاحب - منصورہ

آپ حضرات یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ آپ دراصل اُمتِ وسط بننے کے اُمیدوار ہیں ۔ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اس مقامِ بلند کو حاصل کرلیں ۔ اتنے بڑے منصب کی اُمیدواری کے لیے اُٹھ کھڑے ہونا اور پھر نہ اس کی عظمت کو محسوس کرنا، نہ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ایک عظیم الشان بے خبری ہے اور اس سے بڑھ کر بے خبری یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ ان کم سے کم صفات سے بھی ابھی تک متصف نہ ہوئے ہوں جو اس کارِ عظیم کے لیے ضروری ہیں، اور دوسری آپ تقاضا کریں کہ فوراً ہی کوئی بڑا قدم اُٹھا دیا جائے ۔ کیا آپ اتنا نہیں سمجھتے اور اس سے ڈرتے نہیں کہ اگر آپ نے کوئی ایسا قدم اُٹھایا جس کے لیے ضروری استعداد آپ نے اپنے اندر پیدا نہیں کی ہے، تو آپ منہ کی کھا کر پسپا ہوں گے اور اس راہ میں پیچھے ہٹنا فرار من الزحف ہے جو خدا کی شریعت میں بہت بڑا گناہ ہے ۔

اب میں مختصر طور پر آپ کو بتاؤں گا کہ وہ کم سے کم ضروری صفات کیا ہیں جو اس دعوت کے لیے کام کرنے والوں میں ہونی چاہئیں ۔ دوسری جو ایک صالح جماعت بنانے کے لیے ضروری ہیں، اور تیسری وہ جو مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لیے ناگزیر ہیں ۔

شخصی اوصاف میں پہلا اور بنیادی وصف یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ہر شخص اپنے نفس سے لڑ کر پہلے اسے مسلمان اور خدا کا مطیع فرمان بنائے۔ یہ وہی بات ہے جسے حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ:

المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله۔

"حقیقی مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے کشمکش کرے۔"

یعنی قبل اس کے کہ آپ باہر کی دنیا میں خدا کے باغیوں سے مقابلہ کے لیے نکلیں، اس باغی کو مطیع بنائیے جو خود آپ کے اندر موجود ہے، اور خدا کے قانون اور اس کی رضا کے خلاف چلنے کے لیے ہر وقت تقاضا کرتا رہتا ہے۔ اگر یہ باغی آپ کے اندر پل رہا ہے، اور آپ پر اتنا قابو یافتہ ہے کہ آپ سے رضائے الٰہی کے خلاف اپنے مطالبے منوا سکتا ہے تو یہ ایک بالکل بے معنی بات ہے کہ آپ بیرونی باغیوں کے خلاف اعلانِ جنگ کریں۔ یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کہ گھر میں شراب کی بوتل پڑی ہے اور باہر شرابیوں سے لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ تضاد ہماری تحریک کے لیے تباہ کن ہے پہلے خود خدا کے آگے سر جھکائیے۔ پھر دوسروں سے اطاعت کا مطالبہ کیجیے۔

جہاد کے بعد دوسرا درجہ ہجرت کا ہے۔ ہجرت کا اصل مدعا گھر بار چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ خدا کی نافرمانی سے بھاگ کر خدا کی رضا جوئی کی طرف بڑھنا ہے۔ اصلی مہاجر ترکِ وطن اگر کرتا ہے تو اس لیے کہ اس کے وطن میں قانونِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے مواقع نہیں ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے گھر بار چھوڑا اور اللہ کی فرمانبرداری اختیار نہ کی تو اس نے حماقت کی۔ یہ حقیقت بھی احادیث میں اچھی طرح واضح کر دی گئی ہے۔ بطورِ مثال ایک حدیث کو لیجیے۔ آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ:

ما الهجرة افضل یا رسول الله۔ یارسول اللہ کون سی ہجرت بہتر ہے

جواب ملا۔

ان تهجر ما کره ربك : یہ کہ تو ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔

اندر کا باغی اگر مطیع نہ ہو تو آدمی کا ترکِ وطن کر دینا خدا کی بارگاہ میں کوئی وزن نہیں رکھتا، اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ حضرات باہر کی قوتوں سے پہلے اپنے اندر کی سرکش قوتوں سے لڑیئے اور اصطلاحی کفار کو مسلمان بنانے سے پہلے اپنے نفس کو مسلمان بنا لیجیے۔ اس معنی کو جامع تر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حدیث نبوی کے مطابق اپنے آپ کو اس گھوڑے کی طرح بنایئے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے اور وہ کتنا ہی گھومے پھرے ہر حال میں اس حد سے آگے نہیں جا سکتا جہاں تک رسّی اُسے جانے دیتی ہے۔ مثل الایمان کمثل الفرس فی آخیتہ یجول ثم یرجع الی آخیتہ۔ ایسے گھوڑے کی حالت آزاد گھوڑے سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو ہر میدان میں گھومتا ہے۔ ہر کھیت میں گھس جاتا ہے، اور جہاں ہری گھاس دیکھتا ہے وہیں پوری بے صبری کے ساتھ ٹوٹ پڑتا ہے۔ پس آپ آزاد گھوڑے کی سی کیفیت اپنے اندر سے نکال لیں اور کھونٹے سے بندھے ہوئے گھوڑے کی سی کیفیت اپنے اندر پیدا کریں۔

اس کیفیت کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرا قدم یہ اُٹھایئے کہ اپنے قریبی ماحول سے جسے میں "ہوم فرنٹ" کہوں گا، لڑنا شروع کر دیجیے۔ گھر کے لوگ اعزہ، دوست اور سوسائٹی جس میں آپ کا گہرا ربط ہے ان سب سے ایک عملی کشمکش شروع ہو جانی چاہیے۔ کشمکش اس معنی میں نہیں کہ آپ اپنے متعلقین سے کُشتی لڑیں یا اُن سے تُوتُو مَیں مَیں اور مناظرہ شروع کر دیں، بلکہ یہ کشمکش اس معنی میں ہونی چاہیے کہ آپ بحیثیت فرد اور بحیثیت جماعت اپنے نصب العین کے اتنے دلدادہ اور اپنے اُصول و ضوابط کے اتنے پابند ہو جائیں کہ آپ کے گرد و پیش جو لوگ کسی نصب العین کے بغیر، بے اُصول زندگیاں بسر کر رہے ہیں وہ آپ کی پابندِ اُصول زندگی کو گوارا نہ کر سکیں، آپ کی بیویاں، آپ کی اولادیں، آپ کے والدین، آپ کے رشتہ دار اور دوست آپ کے رویّے کے خلاف مزاحمت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

آپ اپنے شہر میں اجنبی ہو کر رہ جائیں۔ جہاں آپ کسبِ معاش کے لیے رہتے ہوں وہاں آپ کا وجود نمایاں طور پر کھٹکنے لگے۔ دفتر کی آرام دہ کرسی جس پر بیٹھ کر جاہ و ترقی کے خواب دیکھے جاتے ہیں آپ کے لیے انگاروں کی انگیٹھی بن کر رہ جائے۔ غرض جو جتنا زیادہ قریبی ہو اُس سے اتنا ہی پہلے تصادم شروع ہو جانا چاہیے۔ جس شخص کے گھر میں میدانِ جہاد موجود ہو وہ آخر چند میل کے

فاصلے پر ہی کیوں لڑنے جائے۔ پہلا معرکہ تو گھر ہی سے شروع ہونا چاہیے۔ اب تک جہاں جہاں سے اس کش مکش کی اطلاعات آ رہی ہیں وہاں کے لوگوں سے مطمئن ہو رہا ہوں اور جہاں سے ایسی اطلاعات نہیں آ رہی ہیں وہاں کے لیے بے تابی سے منتظر ہوں کہ ایسی کوئی اطلاع ملے۔

مگر میں بروقت یہ واضح کر دوں کہ یہ ہماری کشمکش اس ذہنیت کے ساتھ ہونی چاہیے جس کے ساتھ ایک ڈاکٹر بیماروں سے کش مکش کرتا ہے۔ دراصل وہ بیمار سے نہیں لڑتا بلکہ بیماری سے لڑتا ہے۔ اور اس کی تمام تر جدوجہد ہمدردی کی رُوح سے لبریز ہوتی ہے۔ وہ اگر بیمار کو کڑوی کڑوی دوائیں پلاتا ہے، یا اس کے کسی عضو پر نشتر چلاتا ہے تو یہ تمام تر بربنائے اخلاص ہوتا ہے۔ دشمنی نہیں ہوتی۔ اس کی نفرت اور اس کا غصّہ بالکل مرض کے خلاف ہوتا ہے، نہ کہ مریض کے خلاف۔ بالکل اسی طرح اپنے ایک گمراہ بھائی کو ہدایت کی طرف لایئے۔ وہ کبھی کسی بات سے یہ محسوس نہ کرے کہ اسے تحقیر سے دیکھا جا رہا ہے یا براہ راست اُس کی ذات سے دشمنی کی جا رہی ہے، بلکہ وہ آپ کے اندر انسانی ہمدردی، محبت اور اخوت کو کام کرتا ہوا پائے۔ میں نے اجتماع دربھنگہ کے موقع پر بھی مختصراً یہ کہا تھا کہ اصلی تبلیغ تقریری اور تحریری مناظروں سے نہیں ہوا کرتی۔ یہ کام کرنے کے بہت ہی ادنیٰ طریقے ہیں۔ اصل تبلیغ یہ ہے کہ آپ اپنی دعوت کا مجسم ظہور اور نمونہ ہوں۔ جہاں کہیں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے یہ نمونہ گزر جائے وہ آپ کے طرزِ عمل سے پہچان لیں کہ یہ ہیں خدا کی راہ کے راہی۔ جس طرح کوئی فنا فی الکانگریس آدمی سامنے آجاتا ہے تو کانگریسیت کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ اسی طرح آپ ایسے فنا فی الاسلام بن جایئے کہ جہاں آپ سامنے آئیں اسلامی تحریک کا پورا نقشہ واضح ہو جائے۔ یہی وہ چیز ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِذَا رُؤُوا ذُکِرَ اللہ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا فوراً ہو جانا چاہیے، یہ مقام تو تدریجاً ہی حاصل ہوگا۔ خدا کی راہ میں جب اپنے ماحول سے پیہم آپ کا تصادم ہوتا رہے گا۔ اور آپ ہر آن ہر لمحہ اپنے مقصد کے لیے کوشش کرتے ہوئے قربانیاں دیتے رہیں گے تو ایک مدّت میں جا کر فنائیت کی کیفیت آپ پر طاری ہوگی۔ اور

آپ اپنی دعوت کا مجسم ظہور بن سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے قرآن و حدیث کو بامعانِ نظر بار بار مطالعہ کیجیے۔ اور دیکھیے کہ اسلام کس قسم کا انسان چاہتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرز کے آدمی تیار کیا کرتے تھے۔ وہ کیا صفات تھیں جو اس تحریک کے کارکنوں میں پہلے پیدا کی گئیں، اور اس کے بعد جہاد کا علَم بلند کیا گیا۔ آپ میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ دُنیا کے سب سے بڑے مزکّی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انسان تیار کیے تھے انہیں ۱۵ برس کی تیاری کے بعد میدان میں لایا گیا۔ اس تیاری کی تفصیلات معلوم کیجیے اور دیکھیے کہ یہ کس تدریج کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس میں کن صفات کی پرورش مقدم تھی، اور کن کی مؤخر۔ کون سی صفات کس درجہ میں مطلوب تھیں، اور انہیں کس حد تک ترقی دی گئی تھی اور کس مقام پر پہنچ کر اس جماعت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَب تم دُنیا کا بہترین گروہ بن گئے ہو اور اس قابل ہو گئے ہو کہ نوعِ انسان کی اصلاح کے لیے نکلو، یہی نمونہ خود اپنی تیاری کے لیے بھی آپ کے سامنے ہونا چاہیے۔

یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ میں صرف دو حدیثیں آپ کی رہنمائی کے لیے پیش کروں گا جن سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کام کے لیے کن صفات کے آدمی درکار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من احبَّ للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان: یعنی آدمی پورا مومن اس وقت بنتا ہے جب اُس کی کیفیت یہ ہو جائے کہ اُس کی دوستی اور دشمنی اور اس کا دینا اور روکنا جو ہو خالص اللہ کے لیے ہو۔ نفسانی اور دُنیوی محرکات اس کے لیے ختم ہو جائیں، دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

امرنی ربّی بتسع ۔ میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے۔

۱۔ خشیۃ اللہ فی السرِّ والعلانیۃ۔ کھُلے اور چھُپے ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں

۲۔ وکلمۃ العدل فی الغضب والرضا — کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصّہ میں ہوں، دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں۔

۳۔ والقصد فی الفقر و الغنا — خواہ فقیری کی حالت میں ہوں یا امیری کی حالت میں بہر حال راستی و اعتدال پر قائم رہوں۔

۴۔ وان اصل من قطعنی — اور یہ کہ جو مجھ سے کٹے میں ان سے جڑوں۔

۵۔ واعطی من حرمنی ۔ اور جو مجھ سے زیادتی کرے میں اسے معاف کر دوں ۔

۶۔ واغفر عن ظلمنی ۔ اور جو مجھے محروم کرے میں اُسے دُوں ۔

۷۔ وان یکون صمتی فکر ۔ اور یہ کہ میری خاموشی تفکر کی خاموشی ہے ۔

۸۔ ونطقی ذکراً ۔ اور میری گفتگو ذکرِ الٰہی کی گفتگو ہو ۔

۹۔ ونظری عبرۃ ۔ اور میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو ۔

اِن اوصافِ مطلوبہ کا ذکر کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان امر بالمعروف والنھی عن المنکر یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں ۔ معلوم ہوا کہ نیکی کو پھیلانے اور بدی کو ختم کرنے کے لیے جو اُمتِ وسط اُٹھے اُس کے فرد فرد میں یہ اوصاف ہونے چاہئیں ۔ انہی اوصاف کے ساتھ یہ فریضہ ادا ہوسکتا ہے ۔ یہ نہ ہوں تو ہم کبھی اپنے منصب کے مقتضیات کو پورا نہیں کر سکتے ۔

یہ مولانا مودودیؒ کی اس تقریر کا ایک حصہ ہے جو انہوں نے جماعتِ اسلامی کے اجتماع دارالاسلام (متصل پٹھانکوٹ) میں ۲۶ مارچ ۱۹۴۴ء کو فرمائی تھی ۔ اس اجتماع میں پنجاب، سندھ، سرحد، کشمیر، بلوچستان کے ارکانِ جماعت شریک ہوئے تھے ۔ تقریر کے آغاز میں مولانا محترم نے جماعت کی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی اور پھر آخر میں وہ کم از کم لازمی صفات بیان کیں جن کا صالح گروہ کے ہر ہر فرد میں پایا جانا ضروری ہے ۔ (مرتب)